مقالہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

اسلام کا عقیدۂ حاکمیت

نبوت، امانت اور عدالت اسلامی نظم حکومت کے بنیادی ستون ہیں

پاکستان اگرچہ آئین کی رو سے اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کہلاتا ہے۔ لیکن پاکستان کا سیاسی ڈھانچہ مغربی نظام حکومت کے تحت چل رہا ہے جسے پارلیمانی جمہوریت کا نام دیا جاتا ہے جبکہ تحریک پاکستان کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو پاکستان کو ایک اسلامی اور مکمل اسلامی ریاست کے طور پر اقوام عالم میں قابل تقلید ہونا چاہیے تھا۔ لیکن بد قسمتی سے پورے عالم اسلام میں ایک حکومت بھی ایسی نہیں ہے جو حکومت الٰہیہ کے معیار پر پوری اترتی ہو۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے پاکستانی قوم کو درس گاہوں میں جس اسلامی فلسفہ حکومت کا مطالعہ کرایا جاتا ہے اور کتب اسلامیہ میں جس نظام کا وہ شعوری مطالعہ کرتی ہے۔ عملی صورت میں اس کی کوئی مثال اس کے سامنے نہیں آتی۔ آج پوری دنیا میں مسلمان جن پر آشوب حالات سے گذر رہے ہیں اور ہر جگہ اغیار کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں میرے نزدیک اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے فلسفہ حیات اور نظام حکومت کو اختیار کرنے کی بجائے چند ترمیموں کے ساتھ جمہوری اور وہ بھی مغربی جمہوری نظام کو اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے ہر متمدن انسان کسی نہ کسی نظم و ضبط کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی خواہش رکھتا ہے لہذا ہر شخص کی فطری طور پر تمنا اور خواہش ہوتی ہے کہ اس کا کسی نہ کسی مملکت یا کسی نہ کسی نظام کے ساتھ تعلق ہو۔ اصولی بات ہے کہ اگر کسی بھی معاشرہ کا کوئی نظم و ضبط نہیں تو پھر حقوق و فرائض اور عدل و انصاف کا تصور بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ ہر ایک

سیاسی نظام خواہ وہ اسلامی ہو یا غیر اسلامی اقتدار اعلیٰ کے مسئلہ کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ کیونکہ مملکت اور حکومت کی نوعیت کا انحصار اسی کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ یہ امر اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت کا درجہ رکھتا ہے کہ مغربی سیاسی مفکروں نے لامحدود و لافانی اور مافوق الفطرت اقتدار کو انسان اور انسانی اداروں سے وابستہ کرنے کی ہمیشہ جدوجہد کی مگر وہ ان شرائط پر پورا نہیں اترتے جو کسی ہستی کو مقتدر اعلیٰ کہلانے کے لئے لازمی ہیں جبکہ ان مفکروں اور نظریہ سازوں نے اپنے رجحانات کے مطابق حاکموں سے اقتدار اعلیٰ وابستہ کر دیا ہے اس کے مقابلہ میں اسلام نے اقتدار اعلیٰ جیسے پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے اور ان تمام نقائص سے پاک رکھنے کا صحیح طریقہ اختیار کیا ہے اور کسی انسان اور انسانی ادارے سے اقتدار اعلیٰ وابستہ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کو حقیقی حکمران تسلیم کیا جو نہ صرف انسان بلکہ اس کائنات کا خالق ہے اور جس کو اسلامی معاشرہ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اقتدار اعلیٰ ایک ایسی قوت کا نام ہے کہ معاشرے کی تمام قوتیں اس قوت اعلیٰ کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خود کسی کے تابع نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا تو کوئی طاقت ان شرائط پر پورا نہیں اترتی لہذا اسلامی نظام حکومت میں حاکمیت اعلیٰ اور اقتدار اعلیٰ کا تصور عام اقتدار اعلیٰ سے یکسر جدا اور مختلف ہے جو کہ ہر لحاظ سے جامع اور منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ لازوال بھی ہے اسلامی نظام حکومت میں یہ نظریہ بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے جس پر سارا قصر حکومت قائم ہے جبکہ پاکستان میں جو نظام حکومت قائم کیا گیا ہے وہ اس نبیادی عقیدے سے یکسر محروم ہے بلکہ جمہوریت کے نام پر مغربی نظریہ سازوں کی ترجمانی کرتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں واشگاف الفاظ میں ارشاد باری ہے۔ "پھر کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور حاکم تلاش کروں حالانکہ اس نے اتاری ہے تم پر کتاب واضح۔" جبکہ دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔ "حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں اس کا فرمان ہے کہ خود اس کے سوا کسی

کی بندگی نہ کرو۔۔ "تیسری جگہ انتباہ کرتے ہوئے فرمایا گیا۔۔ " پیروی کرو اس قرآن کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اسے چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو۔۔ "اس کے ساتھ ہی ہدایت بھی کی گئی ہے۔۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔"

متذکرہ آیات اور قرآن کی دیگر آیات میں اسلام کے تصور حاکمیت اعلیٰ کی بھرپور انداز میں وضاحت کر دی گئی ہے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اٹل سچائی اور حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کو تسلیم کرنے کا دوسرا نام اسلام ہے اور اس کے انکار کو کفر قرار دیا گیا ہے قرآن مجید کے بعد دین اسلام کے دوسرے ماخذ حدیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تذکرہ ہے اور ایسی احادیث کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ مثال کے طور پر۔۔ "تیری طرف رجوع کرتا ہوں تیری مدد سے بحث کرتا ہوں اور تیری وحی پر فیصلہ کرتا ہوں۔۔ "ان دعائیہ الفاظ کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ دعا سرور کائنات ﷺ تہجد کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور کیا کرتے تھے۔ ابن حجر نے تحاکمت کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ تنازعات کا فیصلہ خدا کے حکم کے مطابق کرنا جس کی روشنی میں حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں تمام معاملات اور تنازعات کا فیصلہ تیرے حکم کے مطابق کرتا ہوں۔ جاہلیت کی مشرکانہ رسومات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔ حجتہ الوداع کے موقعہ پر حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"اگر تم پر ایک نکٹا سیاہ فام بھی امیر مقرر کر دیا جائے تو اس کی اطاعت کرو بشرطیکہ وہ تمہاری قیادت اللہ کی کتاب کے مطابق کرتا ہو۔"

قرآن و سنت کے ان حوالوں سے یہ حقیقت مستحکم ہو جاتی ہے کہ موجودہ مغربی جمہوریت جس نظام حکومت کی بات کرتی ہے اور جس بنیادی پتھر پر اس

نظام کی عمارت استوار ہے اس کا اسلام میں کہیں تصور تک نہیں بلکہ اسلام میں ایک ایسی جماعت کو فوقیت حاصل ہے جس کا عمل اس کے ایمان کے مطابق ہوتا ہے یہ حاکمیت اعلیٰ اسلام کے مطابق اسلامی معاشرے کو بطور امانت دی جاتی ہے حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اسلام کا مفہوم یوں واضح ہوتا ہے۔" اسلام کیا ہے۔ حکومت الہیٰ کے احکام کی حکم برداری مکمل اطاعت، امن و سلامتی کے نظام کا قیام ہی اسلام کا اصل مفہوم ہے۔ حکومت الہٰیہ یا اسلام کے تصور حاکمیت کو اس وقت تک نہیں سمجھا جاسکتا جب تک حضور سرور کائنات ﷺ کی سیاسی زندگی کے پہلو کو پیش نظر نہ رکھا جائے۔ علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی ریاست یا حاکمیت اعلیٰ کی بنیاد نبوت پر رکھی گئی ہے حضرت نعمان بن بشیر کا ارشاد ہے کہ اسلام کی حکومت کی اصل نبوت ہے۔ گویا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور سرور کائنات ﷺ تک ہر آنے والے نبی نے نبوت کی بنیادوں پر لوگوں کی راہنمائی کا فریضہ سر انجام دیا۔ حضور سرور کائنات ﷺ چونکہ نبی آخر الزمان ہیں۔ اس لئے ان کی حیات طیبہ اس میدان میں ہماری مکمل راہنمائی کرتی ہے جس کی روشنی میں حکومت الہٰیہ خدا کی بالادستی یا خلافت الہیٰ دراصل ایسی حکومت ہے جو پیغمبروں اور ان کے جانشینوں کی حکومت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی حکومت کو حکومت نہیں بلکہ خلافت سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ حکومت کے مفہوم میں بندوں کی حکومت کا تذکرہ ہے جبکہ خلافت کے مفہوم میں بندوں کی حکومت کی بجائے خدا کی حکومت کا ذکر ہے جو قرآن و سنت کے تابع ہوتی ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسوہ حسنہ ہماری زندگی کے لیے مینارہ نور کی مانند ہے اور سیرت النبی ﷺ اس امر کی شہادت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے ہر شعبہ حیات میں جو الہامی ہدایت ہم تک پہنچائی ہیں اس میں نظم حکومت کے بارے میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ نظام خلافت چونکہ ہماری دینی تعلیمات کے اظہار کا مظہر ہے لہٰذا اس وقت تک یہ قوت اسلامی بن کر نہیں

ابھرتی جب تک اس قوت کے اظہار کا دارمدار نبوت پھر نہ ہو۔ وہ سب کچھ نظم حکومت کے اندر موجود ہے جو دین کے مطابق ہے اور وہ سب کچھ اسلامی حکومت سے باہر ہے جو دین اسلام سے باہر ہے۔ جس طرح چاند کی اپنی روشنی نہیں ہوتی وہ اپنی روشنی سورج سے حاصل کرتا ہے اور پوری دنیا کو روشن کرتا ہے بعینہ اسلام کی حکومت میں حکومت کرنے والوں کا اپنا کچھ نہیں ہوتا بلکہ حکمران سب کچھ اسلام کی ہدایت کے مطابق سر انجام دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں حکومت کیلئے ایک لفظ امانت بھی استعمال ہوا ہے لیکن ہر امانت ایک عظیم القدر امانت ہے علامہ زمخشری کے نزدیک یہ امانت عظیم القدر سنگین اور گرانبار ذمہ داری ہے اور امانت سے مراد یہاں اطاعت ہے اللہ کے ایجابی حکم اور امتناعی حکم کی اطاعت علامہ ابو حیان غرناطی کے الفاظ میں انسان عظیم و جلیل ذمہ داریوں کا مکلف ہے نظریہ امانت کا تعلق حکومت کے کارپردازوں سے ہے امانت یہ ہے۔ کہ حکومت کی جملہ ذمہ داریوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عوام کیلئے فرض شناسی کے ساتھ کام کیا جائے اور اس کام کو دین اور قانون کے مطابق پورا کیا جائے عام حالات میں بھی امانت کسی ایسے فرد کے سپرد کی جاتی ہے جو ہر لحاظ سے صاحب کردار اور بااعتماد ہو حکومت کا معاملہ تو ہر لحاظ سے اس سے کہیں زیادہ اہم ہے اس لئے حکومت کی امانت تو صاحب کردار متقی اور نیک لوگوں کے علاوہ کسی دوسرے کے سپرد نہیں کی جا سکتی اس کے برعکس مغربی جمہوریت میں نہ تو حکومت خدا کی امانت ہے اور نہ ہی اس کیلئے ضروری ہے وہ نیک بندوں کے ذریعے قائم کی جائے اور وہ نیک بندوں کے پاس رہے بلکہ اکثریت جس کو چاہے جب تک چاہیے حکومت دے سکتی ہے جبکہ اسلام میں حکومت کا تصور امانت کس قدر اہم ہے اس کی نشان دہی حضور سرور کائنات ﷺ کی حیات مبارکہ کے ایک واقعہ سے کرتا ہوں احادیث میں اس واقعہ کا تذکرہ ملتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک بوڑھا عیسائی طیفل بن عامر آیا اور اس نے کہا کہ اے خدا کے پیغمبر اگر تو اپنے انتقال کے بعد

عرب کی حکومت کی باگ ڈور میرے سپرد کرنے کا عہد کر لے تو میں ابھی مسلمان ہوتا ہوں۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے سن کر ارشاد فرمایا۔

"حکومت کی باگ ڈور تو خود میرے ہاتھ میں بھی نہیں ہے میں تیرے ہاتھ میں دینے کا عہد کیسے کر لوں۔"

لیکن آج جمہوریت میں کیا ہو رہا ہے محض اپنے اقتدار کو دوائم دینے کی خاطر غیر مسلموں کو دوہرے ووٹ کا حق دار قرار دینے کی باتیں ہی نہیں ہو رہیں بلکہ قانون سازی کی تیاریاں کی جا رہی ہیں حالانکہ پاکستان کا آئین اس امر کی اجازت نہیں دیتا اس غیر اسلامی اور غیر جمہوری منطق کو عدل و انصاف کا نام دے کر دینی تعلیمات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے ایک اسلامی ریاست میں اقلیت کے تحفظ کی ضمانت تو فراہم کی گئی ہے لیکن وہ مشروط ہے اب غیر مسلموں کو ایک مسلم معاشرہ میں دوہرے ووٹ کا حقدار قرار دینا اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کے تصور حاکمیت سے سراسر بغاوت کے مترادف ہے جبکہ ارشاد رسالت مآب ﷺ کی روشنی میں یہ حقیقت اظہر من شمس ہو جاتی ہے کہ اسلام کے فلسفہ حکومت کے مطابق حاکمیت اعلیٰ تو ان کے پاس بھی نہیں ہوتی جو بظاہر حکومت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اس ضمن میں یہ واقعہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے حضرت ابوذر ؓ کا بیان ہے کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی حکومت میں منصب عطا کیا جائے اس کا جواب ملا۔ اے ابوذر حکومت سنگین ذمہ داری اور امانت ہے یہ ہر شخص کے سپرد نہیں کی جاسکتی۔

حضرت علی ؓ کا قول ہے کہ امام کی ذمہ داری یہ ہے کہ خدا کے قانون کے مطابق حکومت کرتے ہوئے حکومت کرے اور جب امام امانت کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حکومت کرے تو پھر عوام کی ذمہ داری ہے کہ اس کے حکم کو سنیں اور اطاعت کریں اور جب وہ میدان عمل میں بلائے تو اس کی آواز پر لبیک

کہیں حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ: جو شخص حکومت کی ذمہ داری کو مناسب صورت میں تقسیم نہیں کرتا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے حق اور ان کی امانت میں خیانت کرتا ہے"

دین اسلام کے ان اصولوں اور واضح ہدایات کے برعکس جس جمہوری معاشرہ میں ملت پاکستانیہ سانس لے رہی ہے وہ آپ کے سامنے ہے برصغیر پاک وہند کی تقسیم کی بنیاد ہی ایک مسلم اور اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ پر تھی اور ہمارا نعرہ اسلامی حکومت وریاست کا قیام تھا۔ لیکن اس کے برعکس سیاسی جماعتیں ہوس اقتدار کے طلب گاروں سے لاکھوں روپیہ لیکر اپنا نمائندہ نامزد کرتی ہیں اور سیاسی جماعتوں کے پاس صرف اور صرف ایک ہی پیمانہ ہوتا ہے کہ کون سا شخص زیادہ سے زیادہ سرمایہ خرچ کرتے ہوئے لوگوں کو اپنی طرف رجوع کرنے کے فن کا ماہر ہے سیاسی جماعتوں کے اسی پیمانہ کی بنا پر معاشرہ میں کرپشن دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور اس کے سد باب کا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں کیونکہ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں اور ایک دوسرے سے آنکھ ملا کر بات کرنے کی کسی میں جرات نہیں ہے حالانکہ سیاسی جماعتوں کا یہ انداز فکر و عمل زہر ہلاہل سے کسی طور بھی کم نہیں ہے گویا ہم اپنے زوال کو اپنے کردار و عمل سے دعوت دے رہے ہیں۔

اسلام کے تصور حاکمیت اعلیٰ کا تیسرا بنیادی اصول عدل و انصاف ہے جس کے بغیر حاکمیت اعلیٰ کا اسلامی تصور مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ قرآن نے جہاں حاکمیت کو امانت کہا ہے وہیں امانت کو دیانت اور انصاف کے ساتھ ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے کہ جب تم لوگوں کے درمیان حکومت کیلئے کام کرو تو انصاف کے تمام تر تقاضوں کو مد نظر رکھو۔ ایک بات ذہن میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ جب قوم آزاد عدلیہ کا مطالبہ کرتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ حکومت اور عدلیہ دو الگ الگ شعبہ جات ہونے چاہیں تو اس مطالبہ کی بنیاد دراصل اسلام کے تصور

انصاف سے ہی اخذ کی جاتی ہے کیونکہ جب تک اسلام کے نظم حکومت نظم معیشیت اور نظم معاشرت میں عدل وانصاف اور عدل واحسان کی مکمل طور پر کارفرمائی نہیں ہوتی دین کا تقاضہ پورا نہیں ہو سکتا۔ عدل وانصاف اور انسان کا فطری تقاضہ ہے جس کا پورا کرنا حکومت کا فرض ہے آج تاجر صنعت کار ملازم پیشہ اور کاروباری حضرات ٹیکس کے معاملہ میں بہت احتجاج کرتے ہیں اور ہر طرف سے شور بلند ہوتا ہوا سنائی دے رہا ہے کہ لوگ حکومت کو ٹیکس ادا نہیں کرتے بلکہ حکومتی مشینری ہی ٹیکس گذاروں کو لوٹ کر اپنی تجوری بھرنے کی فکر میں لگی رہتی ہے اس تمام تر احتجاج شور اور واویلا کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمارے ہاں جو نظم حکومت نظم معیشیت اور نظم معاشرت قائم ہے اور جس پر ہم فخر بھی کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہے اور ہم نے اسلام کی بجائے مغربی نظم حکومت کو اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے۔ ماہرین سیاسیات اور نفسیات اس بات پر متفق ہیں کہ انسان بغاوت پر اُس وقت آمادہ ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عدل وانصاف نہیں ہوتا اس بغاوت کو روکنے کیلئے اور افراد کے اندر اعتماد پیدا کرنے کیلئے خالق انسانیت نے اسلامی تعلیم کی روشنی میں اسلامی حکومت کو عدل وانصاف کی بڑی شدت کے ساتھ تلقین کی ہے اس ضمن میں حدیث شریف کے الفاظ یوں ہیں۔

"پہلی قومیں محض اس لئے ذلیل ورسوا ہو کر تباہی سے ہمکنار ہو گئیں کہ انکا قانون محض کمزور اور ناتواں لوگوں کیلئے تھا خدا کی قسم اگر میری اپنی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دینے کا حکم دیتا

جبکہ ایک اور مقام پر حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"خدا ایک کافر مگر عادل حکمران کو تو برداشت کر لیتا ہے مگر ایک ظالم حکمران کو برداشت نہیں کرتا چاہے وہ مسلمان کیوں نہ ہو۔"

اب ذرا اپنے معاشرہ پر نظر ڈالیں۔ اخبارات میں شائع ہونے والی خونی الفاظ کی سرخیاں پردہ ذہن پر لائیں۔ قتل و غارت گری ڈاکہ زنی اور حکمرانوں کے

اختیارات سے تجاوز کرنے کی خبروں کو دیکھیں حتیٰ کہ عدلیہ پر اثر انداز ہونے اور اپنے رعب حکمرانی کا مظاہرہ کرنے کے اوچھے ہتھکنڈوں پر نظر ڈالیں۔ جس ظالم حکمران کی حدیث شریف میں نشان دہی کی گئی ہے کیا اس وقت اسلام کے نام پر قائم ہونے والی ریاست کے حکمران ایسے ہی ظالم دکھائی نہیں دیتے اور اس پر بھی گہرا سناٹا ہے کسی طرف سے کوئی صدا بلند ہوتی ہوئی سنائی نہیں دیتی اس کی وجوہات تلاش کرنے کی ضرورت ہے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حکمران نے اپنے رنگ میں پوری قوم کو رنگ لیا ہے اور عدل و انصاف کو جس کی لاٹھی اس کی بھنیس قرار دے دیا گیا ہے یعنی زرداروں کے پاؤں بارہ ہیں جبکہ متذکرہ احادیث اور دیگر احادیث کی روشنی میں انصاف معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے لہذا ہر حاکم اور حکومت کے ہر کارکن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کیلئے عدل و انصاف سے کام لے۔ نہ تو کسی سے خوف کھائے اور نہ کسی کے ساتھ رعایت کرے۔ خلافت راشدہ کی تاریخ پر جب انسان کی نظر پڑتی ہے تو تاریخ کے صفحات پر حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مسند اقتدار یعنی خلافت پر متمکن ہوئے تو عدل و انصاف کی اہمیت کو یوں اجاگر فرمایا۔

"اور تم میں جو بے اثر ہیں وہ میرے نزدیک بااثر ہیں یہاں تک میں ان کا حق واپس نہ دلادوں (انشاء اللہ) اور تم میں جو بااثر ہیں وہ میرے لئے بے اثر ہیں یہاں تک کہ میں ان سے دوسروں کا حق وصول نہ کرلوں۔"

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے بھی تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہوئے اپنے دور حکومت کا آغاز ان الفاظ سے کیا۔

"اے لوگو! میں تمہارے معاملات کا ذمہ دار بنایا گیا ہوں میری طبیعت کی مشہور سخت گیری اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ ظالموں اور نیک لوگوں پر زیادتی کرنے والوں کیلئے ہوگی باقی رہے وہ لوگ جو سلامت روی اور میانہ روی کی زندگی

بسر کریں گے تو ان کیلئے میں اس سے بھی زیادہ نرم ہوں گا جتنے وہ آپس میں ایک دوسرے کیلئے ہو سکتے ہیں۔ کسی شخص کو دوسرے پر ظلم و زیادتی کا میں موقعہ نہیں دوں گا۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی جسارت کرے گا تو میں اس کا ایک گال زمین پر رکھوں گا اور اس کا دوسرا گال اپنے پاؤں کے نیچے دبا دوں گا یہاں تک وہ حق کے آگے جھک جائے اور تمام سختی اور سخت گیری کے باوجود میں اہل دیانت کیلئے خود اپنا گال ہمیشہ زمین پر رکھوں گا۔"

ان تاریخی شواہد کی روشنی میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اسلام کے تصور حاکمیت اعلیٰ کی بنیاد تین اہم اصولوں پر ہے۔ نبوت امانت اور عدالت۔ موجودہ حالات میں انہی تین اصولوں کی بالادستی کیلئے اسلامی فکر کی جماعتوں کو کام کرنے کی ضرورت ہے وہ اپنی تبلیغ کا مرکزی نکتہ ہی ان تینوں اصولوں کو قرار دیں اور ان ہی تین اصولوں کے مطابق پاکستان میں ایک ایسا دینی محاذ بنانے کی ضرورت ہے جو انتخابی سیاست سے بالاتر ہو کر ایک پریشر گروپ کے طور پر حکمرانوں کو مجبور کرے کہ وہ ان تین اصولوں کو اپنی حکومت کی بنیاد قرار دیتے ہوئے حکمرانی کا فریضہ سر انجام دے تو پاکستان جو مملکت خداداد ہے جس کی اساس ہی اتحاد بین المسلمین اور ایک مثالی اسلامی ریاست کے قیام پر ہے اور اس کے ساتھ ہی عالم اسلام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی داعی بھی ہے۔ میرے خیال میں ہم اس طرح مغربی اغیار کی یلغار سے بھی خود کو محفوظ کر لیں گے اور پھر کسی سونیا گاندھی کو یہ کہنے کی جرات نہیں ہو گی کہ ہماری ثقافتی یلغار نے پاکستان کو فتح کر لیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم ایک ایسی طاقت بن کر دنیا کے نقشہ پر نمودار ہوں گے کہ مغرب خود بخود ہماری قوت کو تسلیم کرتے ہوئے ہماری تقلید کی راہوں پر گامزن ہونے پر مجبور ہو جائے گا۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتان آذری